

تاریخ: یکم رجب المرجب ۱۴۴۵ھ

سلسلہ اعجاز قرآن

اشاعت نمبر: ۱۹

قرآن کریم میں معرفہ اور نکرہ

عربی زبان میں اسم کی دو قسمیں ہیں، معرفہ اور نکرہ۔ معرفہ: وہ اسم ہے جو کسی معین شے کو بتائے، اور نکرہ: وہ اسم ہے جو کسی غیر معین شے کو بتائے، ان کی مثال الرجل اور رجل ہے، الرجل معرفہ ہے، اور اس کا معنی ہے: معروف و متعین شخص۔ رجل نکرہ ہے، اور اس کا معنی ہے: کوئی بھی نامعلوم اور غیر متعین شخص۔

معرفہ، نکرہ کی تعریف اور ہر ایک کے درمیان واضح فرق کو سمجھنے کے بعد یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ بسا اوقات ایک ہی جملے میں دو معرفہ یا دو نکرہ آجاتے ہیں، ایسے مواقع کے لیے ایک ضابطہ اکثری یہ ہے کہ جب معرفہ کی تکرار ہو تو دوسرے معرفہ سے بعینہ وہی فرد مراد ہوتا ہے جو پہلے معرفہ سے مراد تھا، اور اگر نکرہ کی تکرار ہو تو پہلے نکرہ سے جو فرد مراد تھا دوسرے نکرہ سے وہی فرد مراد نہیں ہوتا، بلکہ دوسرا فرد مراد ہوتا ہے، اسی لیے ائمہ نحو اس باب میں یہ ضابطہ بیان کرتے ہیں کہ تکرار معرفہ سے عین اول مراد ہوتا ہے، جبکہ تکرار نکرہ سے غیر اول مراد ہوتا ہے۔

ہم یہاں ایک ایسی آیت پیش کریں گے جس میں دو مختلف اسم نکرہ وارد ہوئے ہیں، جن میں ایک اسم نکرہ دو بار، اور دوسرا اسم نکرہ تین بار آیا ہے، اور ہر نکرہ ہر بار نئے معنی کا افادہ کرتا ہے، اس طرح ایک ہی آیت میں وارد ہونے والے دو اسم نکرہ سے پانچ جداگانہ معانی سامنے آتے ہیں، اور متعلقہ باب کے تمام گوشوں کا احاطہ ہو جاتا ہے۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ - [سورہ روم: ۵۴]

یعنی اللہ وہ ہے جس نے تمہیں ایک ضعیف اور کمزور چیز سے پیدا فرمایا، پھر کمزوری کے بعد قوت بخشی، پھر قوت کے بعد کمزوری اور بالوں میں سفیدی بنائی، اللہ جو چاہتا ہے بناتا ہے، اور وہی علم اور قدرت والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں تین دفعہ ضعف اور دو دفعہ قوۃ کا لفظ آیا ہے، اور سارے ہی کلمات نکرہ ہیں، اسی لیے ہر ایک کا معنی مدلول الگ الگ ہے، اس کی قدرے تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

پہلا ضعف

اللہ تعالیٰ پہلے ضعف کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ۔

یعنی اللہ نے انسان کو ایک ضعیف شے سے بنایا۔

یہاں ضعف سے نطفہ مراد ہے، جو انتہائی ضعیف اور کمزور ہوتا ہے، اور جس کو ایک دوسری آیت میں ماء مہین سے تعبیر کیا، اور فرمایا:

الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ۔ [سورہ والمرسلات: ۲۰]

کیا ہم نے تمہیں حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا۔

دوسرا ضعف

اللہ تعالیٰ دوسرے ضعف کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

ثُمَّ جَعَلْ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً۔

یعنی پھر اس نے ضعف کے بعد قوت عطا کی

یہاں معنی ضعف کی تعیین کے سلسلے میں متعدد اقوال ملتے ہیں، ان اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ جب بچے کی صورت بن جاتی ہے، اور اس میں جان پڑ جاتی ہے اس وقت سے لے کر دنیا میں آنے اور چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچنے تک ہر مرحلے میں بچہ ضعیف و ناتواں ہوتا ہے، یعنی ابتداءے خلق سے از خود کام کرنے کی عمر کو پہنچنے تک کا ہر مرحلہ ضعف سے عبارت ہوتا ہے، اسی لیے ان تمام مراحل کو ضعف سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، شاید اسی وجہ سے مفسرین نے یہاں ضعف کی وضاحت کرتے ہوئے جنین، رضیع اور فطیم وغیرہ کلمات ذکر کیے ہیں، جن سے دوسرے مرحلہ ضعف کی نشاندہی ہوتی ہے۔

تیسرا ضعف

اللہ تعالیٰ تیسرے ضعف کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

ثُمَّ جَعَلْ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً۔

پھر ہم نے قوت کے بعد کمزوری اور بالوں میں سفیدی میں بنائی۔

سبھی لوگ جانتے ہیں کہ انسان جوانی اور ادھیڑ عمر گزارنے کے بعد بڑھاپے میں قدم رکھتا ہے، جس میں ایک طرف اعصاب کمزور ہوتے ہیں تو دوسرے طرف بال سفید ہونے لگتے ہیں، زندگی کے آخری مرحلے میں طاری ہونے والی اسی کمزوری اور بالوں کی سفیدی کو قرآن کریم

نے ﴿صُعْفًا وَشَيْبَةً﴾ سے تعبیر فرمایا ہے۔

بڑھاپائی طرح کا ہوتا ہے، کبھی صرف جسمانی کمزوری ہوتی ہے، اور کبھی جسمانی کمزوری کے ساتھ ساتھ سر کے بال سفید ہو جاتے ہیں، اور کبھی ان سب کے ساتھ ساتھ دماغی توازن بھی متاثر ہو جاتا ہے اور یادداشت کمزور ہو جاتی ہے، اور کچھ ایسے افراد بھی ہوتے ہیں جن کی سماعت، بصارت سمیت سارے قوائے بدنہ انتہائی کمزور بلکہ ناکارہ ہو جاتے ہیں، اس طرح زندگی کا یہ آخری مرحلہ مکمل طور پر ضعف اور کمزوری سے عبارت ہوتا ہے۔

پہلی قوت

اللہ تعالیٰ پہلی قوت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً۔

یعنی پھر کمزوری کے بعد قوت عطا کی۔

یہاں قوت سے مراد وہ قوت ہے جو ایام شیرخوارگی گزارنے کے بعد بچوں کے جسم میں بحال ہوتی ہے، ہم نے شروع ہی میں واضح کر دیا تھا کہ مدت رضاعت بلکہ اس کے بعد کے ایام میں بھی بچہ کمزور اور ناتواں ہوتا ہے، پھر رفتہ رفتہ اس کی کمزوری ختم ہوتی ہے، اور بچے میں غیر معمولی قوت آ جاتی ہے، اس مرحلے کی قوت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ بچے اپنے بچپن میں صبح سے شام تک کھیلتے رہتے ہیں، نہ انہیں کہیں درد ہوتا ہے، نہ ہی کسی قسم کی تھکان محسوس ہوتی ہے، اللہ جل شانہ اسی عمر کی قوت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً۔

یعنی ہم نے بچوں کے نازک پٹھوں میں، کمزور ہڈیوں میں اور ناتواں جسم میں قوت ودیعت فرمادی، جس کے سبب وہ پیروں پر کھڑے ہونے، اور چلنے پھرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

دوسری قوت

اللہ تعالیٰ دوسری اور آخری قوت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً۔

یعنی ہم نے پھر قوت کے بعد کمزوری اور بالوں میں سفیدی پیدا کی۔

یہاں قوت سے مراد جوانی اور ادھیڑ عمر کی قوت ہے، کیوں کہ جس قوت کے بعد بڑھاپا آتا ہے وہ جوانی ہی کی قوت ہے، قرآن کریم نے دوسری سورتوں میں بھی اس مرحلے کی قوت کا ذکر کیا ہے، لیکن اَشَدُّ كُھ کے عنوان سے کیا ہے۔

مذکورہ بالا تفصیلی گفتگو کا خلاصہ یہ ہوا کہ انسانی زندگی کے پانچ مراحل ہیں۔

پہلے مرحلے میں وہ ایک نطفے کی شکل میں ہوتا ہے، اور انتہائی ضعیف اور کمزور ہوتا ہے۔

دوسرے مرحلے میں وہ جنین، رضیع اور فطیم ہوتا ہے، اور ان مراحل میں بھی وہ ضعیف و ناتواں ہوتا ہے۔

تیسرے مرحلے میں وہ چلنے پھرنے کے قابل ہوتا ہے، اور اس مرحلے میں وہ قوی اور صحت مند ہو جاتا ہے۔

چوتھے مرحلے میں وہ جوان ہو جاتا ہے، اور اس مرحلے میں وہ انتہائی قوی اور طاقت ور ہو جاتا ہے۔

پانچویں اور آخری مرحلے میں اس پر بڑھا پٹاری ہوتا ہے، اس مرحلے میں اس کے سارے قوائے بدنہ کمزور ہو جاتے ہیں، اور ایک صحیح

وسالم اور تندرست انسان اعصابی کمزوری اور طرح طرح کی بیماریوں کا شکار ہو کر لقمہ اجل بن جاتا ہے۔

قرآن کریم نے زندگی کے تمام مراحل کو اور پورے فلسفہ حیات کو محض دو اسم نکرہ یعنی قوت و ضعف کے ذریعے بیان فرما دیا، اگر یہ دونوں

کلمات معرفہ ہوتے تو نہ معانی میں اتنی گنجائش ہوتی، نہ ہی مفہیم میں اس قدر تنوع ہوتا، یہ قرآن ہی کا اعجاز ہے کہ اس نے دو اسم نکرہ کے ضمن

میں انسانی زندگی کے تمام مراحل اور ان مراحل کی قوت و ضعف کو بڑے واضح انداز میں بیان فرما دیا۔

قرآن مقدس نے ان تمام مراحل کے نام ذکر کرنے کے بجائے قوت و ضعف کا ذکر کیا، اور انہیں دو کلمات کی تکرار کی، اس کی درج ذیل

وجوہات سمجھ میں آتی ہیں۔

1- آیت مبارکہ میں قوت و ضعف کے بجائے انسانی زندگی کے مختلف مراحل کے نام ذکر کیے جاتے تو صرف مراحل کا علم ہوتا، اس بات کا

علم نہیں ہو پاتا کہ ان مراحل میں انسان کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ قرآن کریم نے قوت و ضعف کو ذکر کیا، تاکہ جہاں مراحل حیات کا علم ہو وہیں

ان مراحل کی قوت و ضعف کی بھی نشاندہی ہو جائے۔

2- قرآن کریم نے قوت و ضعف کے درمیان انسان کی گردش کا ذکر کیا، تاکہ اس امر پر واضح دلیل قائم ہو جائے کہ جو رب انسان کو قوت سے

ضعف اور ضعف سے قوت کی طرف منتقل کرنے پر قادر ہے وہ بعثت بعد الموت پر بھی قادر ہے۔

3- قرآن مجید نے واضح کر دیا کہ انسان کی ابتدا بھی ضعف سے ہے اور اختتام بھی ضعف پر ہے، بلکہ زندگی کا بیشتر حصہ ضعف و ناتوانی سے

عبارت ہے، جو انسان اس قدر کمزور ہو اسے زیب نہیں دیتا کہ اللہ رب العالمین کے عائد کردہ احکام کی خلاف ورزی کرے، اور اپنی دنیا

و آخرت کو برباد کرے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن سمجھ کر پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین، یارب العالمین۔